Scotopia:A multidiscipilinary biannual peer-reviewed e-journal
ISSN:2455-5975
Website:https://scotopia.in/

سرسید کی ادبی خدمات

Sir Syed Ki Adabi Khidmat

Aruj Fatama

Ex-Student of Hiralal Mazumdar Memorial College for Women

سرسید احمد خاں اردو ادب میں اس ستارے کا نام ہے جو خود جلتا ہو لیکن دوسروں کو روشن کرتا ہو۔ سید احمد صاحب کی شخصیت قادرالکلام ،باوقار اور روشن خیال، معلم کی سی ہے۔ ان کی شخصیت ایک روشن سیارے کے مانند ہے جس کی شعاعیں ہم ہندوستانیوں کو راہ راست پر چلنے میں مددگار ثابت ہوتی رہی خواہ وہ ان کے موجودہ دور میں ہو یا دور حاضرہ میں۔ ان شعاعوں کو ہم ان کی خدمات مثلاً ادبی خدمات، سماجی خدمات، سیاسی خدمات، مذہبی خدمات کا نام دے سکتے ہیں۔ ان خدمات میں سرسید کی ایک اہم خدمات، ادبی خدمات ہے۔

سرسید کی ادبی خدمات کی کئی جہتیں ہیں جن میں ان کی تصانیف، ان کے ادارتی کارنامے اور قوم کی اصلاحی خدمات وغیرہ شامل ہیں۔ کسی بھی ادب کی ادبی خدمات اس وقت انجام دی جاسکتی ہے جب انسان اس زبان و ادب سے دلی لگاؤ رکھے۔ سرسید کا تعلق دہلی یعنی اس زبان و ادب کے شہر سے تھا جہاں میر، غالب، مومن، ذوق وغیرہ جیسے شعراء و ادباء کا تعلق رہا ہے۔ سرسید کو اردو زبان و ادب سے کافی دلی قربت حاصل تھی جس کا اظہار ان کی ادبی خدمات اور ان کی زبانی ان کے خطوط سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے انگلستان جانے سے پہلے جب اردو کو دفاتر سے بے دخل کر دینے اور ہندی کو عدالتی زبان قرار دینے کی مہم شروع ہوئی تو وہ اپنے ان ہی خیالات کا اظہار ایک خط مورخہ نومبر ۱۸۶۸ء بنام بابو سرودا پرشاد سنڈل الہ آباد میں کرتے ہیں۔

”میرے نزدیک اضلاع شمال و مغرب اور صوبہ بہار کی عدالتوں میں وہی زبان ہونی چاہیئے جس کو آپ ہندی یعنی موجودہ مخلوط زبان کہتے ہیں لیکن میں اس کو اردو کہنا پسند کرتا ہوں آپ کا یہ فرمانا کہ اردو زبان میں فارسی کے بہت لفظ مخلوط ہیں، بجا نہیں ہے۔ اس واسطے کہ فارسی کے لفظ اردو میں وہی لوگ ملا دیتے ہیں جو فارسی زیادہ جانتے ہیں اور جو لوگ فارسی نہیں جانتے وہ نہایت رواجی اور عام استعمال کے لفظوں میں بولتے ہیں۔“ [۱]

Scotopia:A multidiscipilinary biannual peer-reviewed e-journal
ISSN:2455-5975

Website:https://scotopia.in/

سرسید کی ادبی خدمات میں ایک اہم خدمت علی گڑھ میں سائنٹیفک سوسائٹی کا قائم ہے،جس کا مقصد سائنسی اور دیگر اہم کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنا تھا۔اس سوسائٹی نے" علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" کے نام سے ایک جریدہ بھی جاری کیا، جو بعد میں" علی گڑھ مسلم یونیورسٹی گزٹ" کے نام سے شائع ہوتا رہا۔سرسید کی قائم کردہ سائنٹیفک سوسائٹی نے علی گڑھ تحریک میں ایک اہم کردار ادا کیا،جس کا مقصد برصغیر کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی تھا۔دہلی کالج اور اس کی ورنی کلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے بعد یہ دوسرا ادارہ جس نے انگریزی سے مختلف علوم وفنون کے تراجم اردو زبان میں شایع کئے۔مولوی عبدالحق لکھتے ہیں ۔

''اس سوسائٹی نے نہ صرف علمی اور تعلیمی خدمات انجام دیں بلکہ اس کی دیکھا دیکھی ملک کے مختلف مقامات میں متعدد انجمنیں اور سبھا ئیں قائم ہوگئیں۔ جو اپنے اپنے حلقہ میں مفید کام کرتی تھیں ۔سوسائٹی کے اخباری کا اردو اور دوسرے دیسی اخبارات پر بھی بہت اچھا اثر پڑا اور وہ سیاسی اور معاشرتی اور تعلیمی مسائل پر سنجیدگی سے بحث کرنے لگے۔لیکن سب سے بڑا منافع تعلیم نسواں پر متوجہ ہونے کا یہ تھا کہ انھوں نے اس کی دشواریوں کا بخوبی اندازہ کرلیا تھا اور ان کے نزدیک ابھی وہ وقت بہت دور تھا کہ مسلمان شرفا کی لڑکیوں کی تعلیم کا ایک با قاعدہ اور قابل اطمینان انتظام کرنا ممکن ہو۔۔۔۔'' ۲

تہذیب الاخلاق اردو زبان کا مشہور، مقبول، معاشرتی اور اصلاحی ماہنامہ ہے جسے سرسید احمد خان نے انگلستان سے واپسی پر ۲۴ دسمبر، ۱۸۷۰ءکو علی گڑھ سے جاری کیا۔اس ماہنامہ کا انگریزی نام محمڈن سوشل ریفارمر تھا۔اس ماہنامہ میں تمام مضامین اردو میں چھپتے تھے۔آٹھ یا بارہ صفحات پر مشتمل پرچہ چار آنے میں فروخت ہوتا تھا۔اس کا مدعا مسلمانان ہند کو جدید تہذیب اور سائنس کے فیوض سے روشناس کرانا تھا، تاکہ وہ ایک تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ قوم بن سکیں۔۱۸۷۶ءمیں بند ہوا۔ چھ سال سات ماہ کی زندگی میں کل ۲۲۶ مضامین چھپے۔ جس میں سے ۱۱۲ سرسید نے تحریر کیے تھے۔یہ رسالہ تین سال بعد دوبارہ جاری ہوا۔لیکن وہ تین برس پانچ مہینے کے بعد پھر بند ہوگیا۔ تیرہ چودہ برس بعد اس کا تیسرا دور شروع ہوا اور اس کے تین برس بعد ختم ہوگیا۔اس پرچے کی وساطت سے سرسید نے انگریزی تعلیم کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کی اور محمڈن کالج قائم ہوا۔اس کی اشاعت ۱۹۶۰ءمیں ایک بار پھر شروع ہوئی۔اسے اس کا چوتھا دور قرار دیا جاسکتا ہے اور اب یہ پابندی سے جاری ہورہی ہے۔اس رسالے کی اہمیت اور زبان پر ثریا حسین فرماتی ہے ۔

''انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے مضامین فکر انگیز زبان سادہ، سلیس، شستہ اور بیان موثر ہے اور سید احمد خاں بحیثیت ایک صحافی مشعل بردار رہنما ثابت ہوئے۔'' ۳

Scotopia:A multidiscipilinary biannual peer-reviewed e-journal
ISSN:2455-5975
Website:https://scotopia.in/

سرسید کی تصانیف اپنے عہد کا وہ آئینہ ہے جس میں ماضی کی منظر کشی قلم بند کی گئی ہے اور اس آئینے میں جب ہم دیکھتے ہیں تب ہمیں ان کا عہد اور ماضی کے آثار قدیمہ کے نقوش ابھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس دعوے کی بہترین دلیل ان کی ایک اہم اور مقبول ترین تخلیق آثار الصنادید ہے۔ دہلی کی علمی و ادبی کارناموں میں شریک ہو کر انہوں نے اپنے خیالات اور خدمات میں اور وسعت پیدا کی۔ سرسید اکثر اپنے دوست امام بخش صہبائی کے ساتھ شہر کی پرانی عمارتوں کا جائزہ لیتے اور ان پر تحقیق کرتے تھے۔ انہوں نے اس کتاب میں کل ۳۹ عمارتوں کا ذکر کیا۔ ان میں زیادہ تر عمارت بوشیدہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ حیات جاوید میں سرسید کی نقل فرماتے ہوئے مولانا حالی لکھتے ہیں۔

''قطب صاحب کی لاٹھ کے بعضے کتبے جو زیادہ بلند ہونے کے سبب پڑھے نہ جاسکتے تھے اُن کے پڑھنے کو ایک چھینکا دو بلیوں کے بیچ ہر ایک کتبے کے مجازی بندھوایا جاتا تھا اور میں خود اوپر چڑھ کر اور چھینکے میں بیٹھ کر کتے کا چربہ اتارتا تھا جس وقت میں چھینکے میں بیٹھا تھا تو مولانا صہبائی فرط محبت کے سبب بہت گھبراتے تھے اور خوف کے مارے اُن کا رنگ تغیر ہو جاتا تھا۔'' ۴

۱۸۸۹ء میں سرسید مراد آباد پہنچ کر اسباب بغاوت ہند کے نام سے ایک رسالہ لکھنا شروع کیا۔ اس رسالے کے نام سے ہی ہمیں اس کے اجرا کا مقصد سمجھ آتا ہے۔ اس رسالے میں سرسید نے ان حالات کو قلم بند کیا جن سے غدر کے بعد ہندوستانیوں کو اور خصوصاً مسلمانوں کو دو چار ہونا پڑا۔ سرسید نے اسباب بغاوت ہند میں اس بات کی طرف وضاحت کی ہے کہ ۱۸۵۷ میں ہونے والے غدر کے ذمہ دار مسلمان نہیں ہے بلکہ حکومت کی غلطی یا غلط پالیسی ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ اس بغاوت کی ایک وجہ نہیں بلکہ مجموعی طور پر کئی وجوہات ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ ہندوستانوں کے ساتھ انگریزوں کی بدسلوکی تھی، سرسید نے اس رسالے کو پارلیمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان کے دوست رائے شنکر داس جو ایک مشہور مصنف اور سرسید کے عزیز دوست تھے، انہوں نے انہیں اس کتاب کو جلا ڈالنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ کوئی بھی ایسا قدم نہ اٹھائے کہ جس سے آپ کی جان کو خطرہ پہنچے۔ بقول الطاف حسین حالی سرسید نے اپنے دوستوں کو ان الفاظ میں جواب دیا۔

''میں ان باتوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا ملک اور قوم اور خود کو خود گورنمنٹ کی خیر خواہی سمجھتا ہوں، پس اگر ایسے کام پر جو سلطنت اور رعایا دونوں کے لیے مفید ہو مجھ کو کچھ گزند بھی پہنچ جائے تو گوارا ہے۔'' ۵

Scotopia:A multidiscipilinary biannual peer-reviewed e-journal
ISSN:2455-5975
Website:https://scotopia.in/

سرسید کی ادبی خدمات میں سے ایک اہم علی گڑھ مسلم یونورسٹی کی بنیاد ہے۔انگلستان سے واپسی کے بعد سرسید نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے انجمن ترقی مسلمانانِ ہند کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔جس نے اعلیٰ تعلیم کے لیے کام کرنا شروع کیا۔انہوں نے ساتھ ہی ایک فنڈ کمیٹی بھی قائم کی اور ملک کے طول وعرض سے چندہ جمع کیا اور حکومت سے امداد کی درخواست بھی کی۔ ۱۸۷۵ء میں انجمن ترقی مسلمانان ہند نے علی گڑھ میں ایم اے او (محمڈن اینگلواورینٹل) ہائی اسکول قائم کیا۔اس ادارے میں جدید اور مشرقی علوم کی تدریس کا بندوبست کیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں اس اسکول کو کالج کا درجہ دے دیا گیا جس کا افتتاح لارڈ لٹن نے کیا۔ ۱۹۲۰ء میں اسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا نام دیا گیا۔

مذکورہ تصانیف کے علاوہ سرسید کی کئی اہم تصانیف ہیں جن کے نام تاریخِ ضلع بجنور، خطباتِ احمدیہ، تفسیر القرآن، جام جم، توزک جہانگیری، سفرنامہ مسافران لندن، وغیرہ ہیں۔

جام جم سرسید کی پہلی تصنیف ہے جو ۱۸۴۰ میں شائع ہوئی۔اس میں سرسید نے امیر تیمور سے بہادر شاہ ظفر تک ۱۷ عنوانات کے تحت ۴۳ بادشاہوں کا مختصر حال وتعارف درج کیا ہے۔خطبات احمدیہ سر ولیم کی کتاب 'لائف آف محمدؐ' کا جواب ہے جو سرسید نے ۱۸۶۹ء میں لندن کے قیام کے دوران لکھی اور انگریزی میں ۱۸۷۰ء میں وہیں چھپوایا پھر خطبات احمدیہ کے نام سے ۱۸۸۷ء میں اردو میں شائع ہوئی۔خطبات احمدیہ بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔

آئین اکبری یہ تین جلدوں پر مشتمل تھی جن میں سے دوسری جلد ۱۸۵۷ کے ہنگامے میں تلف ہوگئی۔اب صرف پہلی اور تیسری جلد مطبوعہ مل جاتی ہے۔انگریزی وفرانسسی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔مسٹر بلیک کا انگریزی ترجمہ ۱۸۷۳ میں شائع ہوا۔آئین اکبری کو سرسید نے مرتب کر کے مرزا غالب سے اس کی تقریر لکھنے کی فرمائش کی تھی مرزا غالب کی مثنوی بطور تقریر آئین اکبری کے لیے ہی لکھی گئی تھی جسے سرسید نے شامل نہیں کیا کہ یہ درحقیقت تقریر نہیں تھی۔

سفرنامہ مسافران لندن ۱۸۶۹ میں اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ میں شائع ہوا تھا۔اس سفرنامے کو کتابی صورت میں پہلی دفعہ مجلس ترقی ادب، لاہور نے ۱۹۶۱ میں شائع کیا۔

سرسید احمد خان اردو ادب میں ایک مصنف یا ادیب نہیں بلکہ ایک دبستان وتحریک کے مانند ہیں۔ایسی شخصیت کی ادبی خدمات پر کتب لکھ دیے جائے بھی تو کم ہو۔یہ ناچیز اپنی ذہنی اور شعوری کاوش کا جہاں تک استعمال کرسکی، سرسید کی ادبی خدمات پر چند اہم نقاط کو اجاگر

Scotopia:A multidiscipilinary biannual peer-reviewed e-journal
ISSN:2455-5975
Website:https://scotopia.in/

کی۔حالا کہ اس موضوع پر کتاب بھی لکھ دیا جائے تو کم پڑ جائے۔سرسید اور ان کی ادبی خدمات ان کے دور سے آج تک قائم و دائم ہے۔ ان کی ادبی خدمات ہی ہے کہ آج اردو ادب کو ان کی روشنی سے پرنور عطا ہے۔ان کی ادبی خدمات کا نور تا قیامت اردو ادب پر اثر رکھے گا۔

حوالہ جات(References)

۱۔ سرسید کے خطوط،مرتبہ۔وحیدالدین سلیم،حالی پریس، پانی پت،صفحہ نمبر ۳۰۔۳۲
۲۔ سرسید کا مطالعہ،مولوی عبدالحق،مرتبہ۔ایجوکیشن بک ہاوس،صفحہ نمبر ۱۴۸
۳۔ سرسید احمد خان اوران کا عہد،ثریا حسین،مرتبہ۔ایجوکیشن بک ہاوس،صفحہ نمبر ۲۵۱
۴۔ حیات جاوید،مولانا الطاف حسین حالی مرتبہ۔انجمن ترقی اردو(ہند)،دہلی،صفحہ نمبر ۴۷۔۴۸
۵۔ حیات جاوید،مولانا الطاف حسین حالی مرتبہ۔انجمن ترقی اردو(ہند)،دہلی،صفحہ نمبر ۷۷